Journal of Oriental Languages
Vol 1 No 1, 2024
Govt College University, Faisalabad

Article

The concept of God in the Poetry of Maulana Jalaluddin Rumi

مولانا جلال الدین رومی کی شاعری میں تصورِ خدا

Dr. Ali Bayat[1]
Associate professor, Department of Urdu, University of Tehran, Iran
***Correspondence:** bayatali@ut.ac.ir

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Copyright: © 2024 by the authors.

Abstract:
This paper delves into Jalal ad-Din Rumi's mystical conception of God as attested in his poetry. Through an in-depth examination of selected verses, the study reveals how Rumi portrays all human thought and imagination as transient and ephemeral—mere shadows that ultimately give way to the everlasting divine essence. The verses illustrate Rumi's assertion that the fleeting constructs of the mind are subordinate to an immutable, omnipresent God. Using a rich tapestry of metaphor and allegory, Rumi challenges the reader to look beyond the superficial manifestations of the physical world and to seek the hidden, inner truth where the soul and the divine intersect.The analysis further demonstrates that Rumi's poetic imagery encompasses a complex interplay between the visible and the invisible, the tangible body and the concealed spirit. His depictions of the human form as both a mere shell and a vessel for a deeper metaphysical presence underscore the Sufi idea of annihilation (fana) of the self in order to achieve union with the Creator. Moreover, the discussion touches on Rumi's critique of superficial intellectualism, urging a shift from mere cognitive understanding to an experiential, heart-led comprehension of the divine.
Ultimately, the paper posits that Rumi's verses are a call to transcend worldly limitations and awaken to a transformative spirituality. By emphasizing that every transient thought is a stepping stone to the realization of God's eternal presence, Rumi invites the reader to embark on a journey of self-discovery and spiritual reawakening—a journey where the dissolution of the self-paves the way for the emergence of a new, more profound consciousness.

Keywords:
God, Poetry, Persian, Jalal ad-Din Rumi, mysticism, Sufi, concept of God

فارسی کی شعری روایت میں مولانا جلال الدین رومی کا شمار ان شعرا میں ہوتا ہے، جن کے فکری اثرات ہمہ جہت ہیں۔ ان کی شاعری میں خدا کا تصور ایک ایسی روشنی کے مترادف ہے جو اندرونی صداقت، عشقِ الٰہی اور روحانی آزادی کا پیغام دیتی ہے۔ کے تصورِ خدا کی گہرائیوں میں داخل ہو کر ہم ایک ایسی روحانی حقیقت سے روبرو ہوتے ہیں جو نہ صرف ظاہری دنیا کی فانی جھلکوں سے ماورا ہے بلکہ انسانی دل کی بے قراری کو ابدی نور میں منور کر دیتی ہے۔ رومی کی شاعری، جس میں خدا کا تصور ایک ایسی حیاتی روح کی صورت اختیار کر لیتا ہے جسے ہم صرف تجربہ اور دل کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں، ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم اپنی ذاتی تلاش کے ذریعے اپنی خودی کی فنا اور خدا کی بقا کے سفر پر گامزن ہوں۔ اس جامع فلسفیانہ جستجو کی شروعات اسی شعر سے ہوتی ہے:

ہر چہ اندیشی پزیرائے فنا است

وانکہ در اندیشہ ناید آں خدا است (1)

ان مصرعوں میں رومی ہمارے سامنے یہ پیغام پیش کرتے ہیں کہ دنیا میں وجود رکھنے والی ہر چیز، جو محض انسان کی سوچ، خیال اور تصور کا نتیجہ ہے، فنا پذیر ہے۔ یہاں "اندیشی" سے مراد وہ خیالات اور تصوراتی امیجز ہیں جو انسان اپنے ذہن میں پیدا کرتا ہے، اور یہی تمام خیالات اپنی موجودگی میں عارضی اور ناپائیدار ہیں۔ لیکن ان تمام خیالات اور فانی امیجوں کے درمیان ایک ایسی عظیم حقیقت موجود ہے جو ازل سے ابد تک قائم رہتی ہے، وہ ہے خدا۔ رومی یہاں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ انسان کی ذہنی فعالیت اور روحانی تجسس صرف ایک مرحلہ ہے؛ اس مرحلے کا مقصد آخرکار خدا کی شناخت میں رسائی حاصل کرنا ہے۔ اس خیال میں ایک گہرا تضاد پوشیدہ محسوس ہوتا ہے کہ جہاں انسان کی خیالی دنیا وقت کے ساتھ مٹ جائے گی، وہیں خدا کی موجودگی نہ ختم ہونے والی ہے۔ ایسی ہی سوچ ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم اپنی روزمرہ کی ترجیحات سے بالاتر ہو کر اپنے اندر کے اُس ابدی نور کو تلاش کریں جو ہمیں ہماری اصلیت کی طرف لے جاتا ہے۔

جب ہم مزید گہرائی میں اترتے ہیں تو ہمیں رومی کی شاعری کی ایک اور جھلک نظر آتی ہے جو نہ صرف خیالی اور تصویراتی دنیا کی حدود کو واضح کرتی ہے بلکہ اس میں خدا کی موجودگی کو ایک ایسی متحرک حقیقت کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو وجود اور عدم کے بیچ میں پل باندھتا ہے۔ انہوں نے اپنے کلام میں ایسی تشبیہات کا استعمال کیا ہے جو دل کی دھڑکن کو چھو لیتی ہیں اور روح کو ایک نئی سمت عطا کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر وہ کہتے ہیں:

دست پنہاں و قلم بیں خط گذار

اسپ در جولان و ناپید اسوار

پس یقین در عقل ہر دانندہ ست

اینکہ یا جنبیدہ جینانندہ است

گر تو آں را مے نہ بنی در نظر

فہم کن اما بہ اظہار اثر

تن بہ جاں جنبد نہ می بنی تو جاں

لیک از جنبیدن تن جاں بداں(2)

ان اشعار میں رومی نے مختلف استعاروں اور علامتی زبان کا سہارا لیا ہے تا کہ ہمیں یہ احساس دلائیں کہ جس طرح ایک مخفی ہاتھ (دست پنہاں) قلم کی مدد سے ان خطوط کو شکل دیتا ہے، اسی طرح خدا کی موجودگی ہر وجود کے پیچھے پوشیدہ ہے۔ یہاں "قلم بیں خط گذار" سے مراد وہ نادیدہ تحریر ہے جس کے ذریعے کائنات کے راز لکھے گئے ہیں۔ اس نازک اظہار میں وہ ہمیں اس حقیقت کا شعور دلاتے ہیں کہ عقل اور دل کو جگانے والا یقین، ہر دانستہ فرد کی سمجھ سے آگاہی کی صورت اختیار کر جاتا ہے، بشر طیکہ وہ اپنی زندگی میں صرف ظاہری حقائق سے ہٹ کر اندرونی اثرات کو پہچانے۔ مزید بر آں، وہ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ اگرچہ جسمانی جامدیت کے باوجود روح ہمیشہ متحرک رہتی ہے، لہٰذا اگرچہ ہم صرف جسمانی ظواہر کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اصل حقیقت کا مشاہدہ نہیں ہو پاتا۔ اس شعر میں موجود ہر مصرع ایک ایسے راز کی نشاندہی کرتا ہے جو ظاہری شبیہات اور اشکال سے بالاتر ہے، اور در حقیقت یہ دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنے دل کو کھول کر اُس بیکران عشقِ الٰہی اور معرفت کی جانب قدم بڑھائیں جس کی روشنی ہمیں حقیقتِ خدا کی طرف لے جائے گی۔ باروخ سپائنوزا نے اپنی تصنیف Ethics میں لکھا ہے:

"جو کچھ بھی ہے، وہ خدا میں ہے، اور خدا کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا، نہ وجود میں آ سکتا ہے۔"(3)

رومی کی شاعری میں جسم اور جان کے تعلق کو بھی بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جسم ایک ظاہری روپ ہے جس کے پیچھے روح پوشیدہ ہے۔ ایک اور مقام پر وہ فرماتے ہیں:

صورت دیوار و سقفِ ہر مکاں

سایہ اندیشہ معمار داں

صورت از بے صورت آید در وجود
ہمچناں کز آتشے زاد است دود(4)

یہ اشعار ہمیں یہ احساس دلاتے ہیں کہ ہر مکاں کی ٹھوس شبیہ میں بھی ایک نازک اندیشہ، ایک غیر مرئی معمار موجود ہوتا ہے جو کائنات کو وجود بخشتا ہے۔ یہاں "اندیشہ" کا مطلب صرف خیالی تصور نہیں بلکہ ایک ایسی قوت ہے جو بے صورت سے صورت کو جنم دیتی ہے۔ جیسے ہر مکان کا دیوار یا سقف ایک عبوری تشکیلی عمل کی تعریف کرتا ہے، ویسے ہی انسان کے وجود کی تشکیل بھی ایک ایسی دلیل ہے کہ کس طرح بے شمار پوشیدہ عوامل، جیسے کہ خدا، اپنی تخلیقی مہارت سے کائنات کو نغمگی عطا کرتے ہیں۔ اس انداز میں رومی یہ پیغام پہنچاتے ہیں کہ اگرچہ ہمارے ارد گرد کی دنیا ظاہری شکلوں میں بندھی ہوئی ہے، لیکن ان شبیہوں کے پیچھے ایک ایسی بنیاد موجود ہے جو لافانی اور ابدی ہے۔ اسی روحانی حقیقت کا اظہار وہ اس طرح بھی کرتے ہیں کہ:

جسم ظاہر روح مخفی آمدہ است
جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست(5)

یہ اشعار اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ انسانی جسم صرف ایک روپ ہے جس کے پیچھے ایک مخفی روح کار فرما ہے۔ جب ہم صرف جسمانی ظاہری شبیہ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں حقیقت کی مکمل گہرائی کا ادراک نہیں ہو پاتا، اور اسی لئے رومی دعوت دیتے ہیں کہ ہم اپنے اندر جھانک کر اُس پوشیدہ روحانی حقیقت کو دریافت کریں جو انسان کی اصلیت کا حصہ ہے۔ ان اشعار کی مدد سے وہ ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ جسم اور جان کی اس گہری وابستگی میں پوشیدہ رازوں کو سمجھنا اور ان سے روشنی حاصل کرنا ہی وہ راستہ ہے جس سے انسان اپنی محدودیت سے ماورا ہو کر خدا کی حقیقت سے یک جان ہو سکتا ہے۔ ابن عربی کا ارشاد ہے کہ:

"فناء کے بغیر بقا ممکن نہیں؛ جب انسان اپنی خودی کو فنا کر کے دل کو خالی کر دیتا ہے تو ہی خدا کی حقیقت اُس میں نمودار ہو جاتی ہے۔"(6)

ایک اور اہم پہلو جو مولانا رومی اپنے اشعار میں واضح کرتے ہیں وہ ہے وحی اور اس کا انسانی وجود کے ساتھ تعلق۔ وہ کہہ کر ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ انسان کی تخلیق کا مقصد ایک الوہیت سے ملنا اور اُس کے ساتھ یکسانیت اختیار کرنا ہے۔ ان اشعار میں اس خیال کا بھرپور اظہار ہوتا ہے:

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا

بندہ ما را چرا کردی جدا

تو برائے وصل کرنے آمدی

نے برائے فصل کرنے آمدی (7)

یہ اشعار ایک روحانی مکالمے کو بیان کرتے ہیں جس میں موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے وحی کے ظہور کا ذکر ہے۔ یہاں رومی نے انتہائی خوبصورتی سے یہ پیغام دیا ہے کہ خدا کی تجلی کے لیے انسان کی پیدائش ایک عظیم مقصد کی تائید کرتی ہے؛ انسان کو خدا کے ساتھ وصال کی جانب لے جانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ اس سے فاصلے پیدا کرنے کے لیے۔ "بندہ ما را چرا کردی جدا" کا مفہوم یہ ہے کہ کیوں تو نے ہمیں اپنی محبت سے جدا کر دیا، حالانکہ اصل مقصد یہی تھا کہ تو ہمیں اپنے قریب لے کر آئے۔ اس شعر میں رومی نے نہ صرف خدا کی مکمل موجودگی کی نشاندہی کی ہے بلکہ یہ بھی واضح کیا ہے کہ انسان اپنی زندگی کی بنیادی تلاش میں ہمیشہ خدا کی محبت اور قربت کا طالب رہتا ہے۔ ان اشعار کے ذریعے وہ انسان کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنے اندر کی وہ چھپی ہوئی حقیقت کو دریافت کرے جس سے وہ خدا کے قریب ہو کر اپنی ذات کی محدودیت سے بالاتر ہو جائے گا۔

رومی کے کلام میں یہ جامع فلسفہ ہر لمحہ اور ہر سانس میں ابھرتا نظر آتا ہے۔ ان کے اشعار ہمیں یہ درس دیتے ہیں کہ دنیا کی ہر چیز جو وقت کے ساتھ فنا ہو جاتی ہے، اُس میں ایک ایسی روشنی چھپی ہے جو خدا کی موجودگی کی ابدیت کی علامت ہے۔ وہ انسانی دل اور ذہن کی ان گہرائیوں کو بے باکی سے چیلنج کرتے ہیں جہاں سے حقیقی معرفت کا سفر شروع ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام فکری، ظاہری اور مادّی تشکیلات عارضی ہیں، اور اصل حقیقت وہ ہے جو ہماری روح کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے۔ رومی ہمیں یہ باور کراتے ہیں کہ اگرچہ ہماری آنکھیں اکثر صرف جسمانی روپ کو دیکھنے میں مصروف رہتی ہیں، لیکن جب ہم اپنے دل کو کھول کر اُس پوشیدہ راز پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ اسی فلسفہ کی عکاسی کرتے ہوئے وہ انسان کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھیں بند کر کے اُس لافانی محبت کو دریافت کرے جس میں دونوں وجود، جسم اور جان، یکجا ہو کر خدا کی وحدت کا تجربہ کرتے ہیں۔

یہ تمام پیغامات اور معانی ہمیں یہ باور کراتے ہیں کہ رومی کا کلام ایک ایسا جادوی مرقع ہے جس میں ظاہر و باطن کی ہر تقسیم گھل مل جاتی ہے، اور ہر لمحہ ایک نئی روحانی تصویر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ان کے اشعار میں موجود ہر لفظ میں ایک فلسفیانہ گہرائی پوشیدہ ہے جو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ حقیقی معرفت صرف کتابی علم یا زبانی تعلیم سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ایک تجرباتی سفر ہے جس کے ذریعے انسان اپنی ذات

کی حقیقت کو دریافت کرتا ہے۔ رومی کے نزدیک یہ سفر ایک ایسی منازل ہے جہاں ہر مرحلے پر انسان کو اپنی محدودیتوں کا ادراک ہوتا ہے اور وہ خدا کی جانب بڑھتا ہے۔ ان کے کلام میں فنا اور بقا کا یہ پیغام ایک گستاخی کی مانند ہے جو دل کو اس محبت کی جانب مائل کرتی ہے کہ صرف خدا سے عشق ہی انسان کی حقیقی آزادی کا سبب ہے۔

مولانا رومی کا یہ نظریہ کہ خدا کی حقیقت ہر ایک لمحے کی سانس میں، ہر ادا اس منظر کے پیچھے پوشیدہ ہے، ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنے اندر جھانک کر اُس الٰہی روشنی کو دریافت کریں جو ہماری محدود سوچ سے بالاتر ہے۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ زندگی کی حقیقی روحانیت اس بات میں ہے کہ ہم اپنی ظاہری آنکھوں کو پار کر کے دل کی آنکھ سے دیکھیں، کیونکہ وہیں ہمیں اُس بے پایاں موجودگی کا احساس ہو گا جس کا تعلق خدا سے ہے۔ ان کے کلام کے اس پہلو کی بہترین عکاسی اُس شعر کے ذریعے ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

جسم ظاہر روح مخفی آمدہ است
جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست(8)

یہاں وہ ہماری توجہ جسمانی اور روحانی پہلو کے درمیان پائی جانے والی نازک مماثلت کی جانب مبذول کراتے ہیں۔ انسان کا جسم اگرچہ ایک بیرونی روپ ہے، لیکن اُس کے پیچھے پوشیدہ روحانی حقیقت وہی ہے جو اسے حقیقی معنوں میں زندہ اور مستقل بناتی ہے۔ اسی روحانیت کو سمجھنے کا عمل خود انسان کو اُس حالت تک پہنچا دیتا ہے جہاں وہ اپنی تمام محدودات کو ترک کر کے خدا کی محبت میں ڈوب جاتا ہے۔ رومی کی اس دعوت میں ایک نہایت گہرا پیغام پوشیدہ ہے کہ انسان کو اپنی ذات کی فنا اور خدا کی بقا کے اس سفر کو قبول کر لینا چاہیے تاکہ وہ اپنی سچّی پہچان کو حاصل کر سکے۔

جب ہم مولانا رومی کے کلام پر غور کرتے ہیں تو ہمیں ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اشعار میں ایک جامع اور کثیر البُعد فلسفہ کو پیش کیا ہے۔ ان کے لیے خدا کا تصور نہ صرف ایک مجرد الہامی وجود ہے بلکہ وہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر میدانِ فکری، روحانی تجربے اور وجود کی تخلیق میں مترادف ہے۔ ان کا کلام عشقِ الٰہی اور خودی کی فنا کے اس مسئلے پر مبنی ہے کہ انسان جب اپنی ذاتی خواہشات اور محدود اندیشوں کو پیچھے چھوڑ کر کامل محبت میں ڈوب جاتا ہے تو وہ اپنی طرف سے ایک نئی روشنی کو جنم دیتا ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جب انسان کی روح اپنے ماخذ یعنی خدا کی طرف پلٹ جاتی ہے اور اسے اپنی اصلیت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ یہی بنیادی اصول رومی کی شاعری کا محور ہے، ایک ایسا محور جو ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنی محدودیتیں چھوڑ کر اُس لامتناہی حقیقت سے ملاپ کریں جس کو صرف دل کی نزاکت اور روح کی گہرائی میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔

یہ فلسفہ، جو عام سطح پر نظر آنے والی دنیاوی حقیقتوں کی ماند رفت کا اظہار کرتا ہے، دراصل زندگی کے اُس عظیم راز کی ترجمانی کرتا ہے جس میں فنا اور بقا کی دائمی جدوجہد پوشیدہ ہے۔ رومی ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ دنیا کی تمام شکلیں، خواہ وہ شیشہ کی مانند ٹوٹ جانے والی ہوں یا مٹی کے ذرات کی مانند منتشر، صرف ایک فانی عکس ہیں۔ لیکن اُس عکس کے پیچھے ایک لازوال حقیقت چھپی ہوئی ہے، اور وہ حقیقت خدا ہے۔ زندگی کی اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے انسانی دل کو چاہیے کہ وہ اپنے تمامی فکری اور جذباتی بندھنوں سے آزاد ہو کر اُس نادیدہ جلوے کی تلاش کرے جو صرف خدا کی موجودگی میں ہی پوشیدہ ہے۔ اس سلسلے میں وہ ہمیں واضح طور پر یہ سمجھاتے ہیں کہ ہماری آس پاس کی تمام ظاہری تصاویر میں خدا کا عکس موجود ہے۔

حوالہ جات

1۔ مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی (نسخہ فارسی)، انتشارات مولانا، تھران، 1390ھ، ص132

2۔ ایضا، ص245

3۔ باروخ سپائنوز: Ethics، آمسٹرڈیم پریس، 1677، ص128

4۔ مثنوی معنوی، ص249

5۔ مثنوی معنوی، ص183

6۔ محی الدین ابن عربی، فصوص الحکم، ادارہِ تعلیم وثقافت، کراچی، 1981، ص134

7۔ مثنوی معنوی، ص275

8۔ مثنوی معنوی، ص198